خالد محمود*

قبل از بعثت سیرت مقدسہ بہ طور ماخذ شریعت

اللہ رب العزت نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری نوع انسانی کے لیے کامل واکمل ہادی ورہ نما بنا کر بھیجا ہے، اسی بنا پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو بچپن تا وصال معصوم عن الخطا رکھا، اس لیے امت کی متفقہ رائے ہے کہ تمام انبیا کی سیرت قبل از بعثت منزہ ومطہرہ ہوتی ہے۔

علامہ الفاسی احمد بن محمد قرآن کی آیت

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ (۱)

اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو وہ ان میں پورے اترے۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفیہ دلیل علی عصمۃ الانبیاء قبل البعثۃ (۲)

اور لفظ عصمت کی تعریف یہ ہے:

---

* تحقیق کار، پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان

۱۔ البقرۃ: ۱۲۴

۲۔ الفاسی احمد بن محمد، ابن عجیبۃ الشاذلی۔ البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، تحقیق احمد عبداللہ قرشی، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ، ۱۴۱۹: ج۱، ص۱۲۶

العصمة، ملكة اجتناب المعاصي التمكن منها (۱)

گناہ کر سکنے کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمۃ ہے۔

بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی سیرت اطہر بہ درجہ اولیٰ معصوم ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

فلمانشأت بغضت الى الاوثان وبغض الى الشعر (۲)

جب میرا نشوونما شروع ہوا، اسی وقت سے بتوں کی شدید عداوت اور اشعار سے سخت نفرت میرے دل میں ڈال دی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر سب سے بڑی دلیل کلام الٰہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ (۳)

کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور ٹھکانا دیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب یتیم ہوئے، تاریخ سے یہ بات متحقق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کے شکم مبارک میں ۶ ماہ کے تھے کہ حضرت عبداللہ کا وصال ہوگیا۔ (۴)

اب آیت کی روشنی میں دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت یتیمی میں اللہ قادر مطلق کی پناہ میں ہیں، جو ظہور دنیا سے پہلے ہی پناہ الٰہ میں ہو، ان کی شفاف سیرت میں اب کیا شک باقی رہ گیا ہے، اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ انبیائے کرام ان برائیوں سے جہاں وہ اللہ کی طرف سے معصوم ہوتے ہیں، وہاں وہ با اختیار خود اور بہ کسب خویش بھی معصوم ہوتے ہیں۔ (۵)

۱۔ جرجانی، علی بن محمد۔ کتاب التعریفات۔ مکتبہ نزار مصطفٰے الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ: ص ۲۵

۲۔ برہان پوری، علی متقی بن حسام الدین ہندی۔ کنز العمال۔ مطبوعہ موئسسہ الرسالۃ بیروت: ج ۲، ص ۳۰۵

۳۔ الضحیٰ: ۶

۴۔ محمد رضا شیخ علامہ، محمد رسول اللہ۔ مترجم مولوی محمد عادل۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۶۸ء: ص ۲۴

۵۔ قاضی عیاض۔ مترجم، سید غلام معین الدین نعیمی۔ الشفاء بعریف حقوق المصطفیٰ۔ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ۲۰۰۴ء: ج ۲، ص ۱۵۴

آپ ﷺ کی سیرت کاملہ پر معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود کیا آپ ﷺ کی قبل از بعثت سیرت مقدسہ شرعی حیثیت یا دینی معیار یا شرعی حجت Legislative Power ہوسکتی ہے؟ اس کے لیے قرآن حکیم میں لفظ حجت اور شرع کے لفظ استعمال ہوئے ہیں، مثال کے طور پر:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (۱)

اور

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (۲)

اور آپ ﷺ کے لیے خاص طور پر شریعت

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا (۳)

کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر کلام کیا جائے، یہ ذہن نشین رہے کہ یہ حساس موضوع اس بحث سے خارج ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات قبل از بعثت نبوت سے متصف تھی یا نہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شرعی حیثیت کسے کہتے ہیں؟

شرعی حیثیت کی تعریف

مختلف جواز کے ساتھ شرعی حیثیت کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے:

۱: ایسا کام جو اللہ جل مجدہ، کا امر ہو اور وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔

۲: وہ عمل جو آپ ﷺ نے بہ نفسِ نفس فرمایا ہو یا حکم دیا ہو یا آپ ﷺ کے سامنے وہ کام کیا جائے اور آپ ﷺ خاموش رہیں۔

۱۔ النساء: ۱۶۵

۲۔ الشوریٰ: ۱۳

۳۔ الجاثیہ: ۱۸

۳: ایسا عمل جو صحابہؓ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سرانجام دیا ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

الصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (۱)

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ایک ہی روایت پر صحابہ کرامؓ کا مختلف عمل سامنے آیا ہے، جیسے ایک مہم کے دوران صحابہؓ کرام کا مختلف جگہوں پر ظہر کی نماز ادا کرنا۔ (۲)

۴: ایسا عمل یا مسئلہ جس پر امت کا اجماع ہو گیا ہو، جیسا کہ ہمیں ایک حدیث میں اس کا اشارہ بھی ملتا ہے:

امتی لاتجمع علی الخطاء او علی الضلالۃ (۳)

۵: ضرورت وقت کے ساتھ اجتہاد، جیسا کہ ایک حدیث سے ہمیں وضاحت ملتی ہے۔

کیف تحکم قال بکتاب اللہ قال فان لم یجد قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم یجد قال اجتھد برأیی (۴)

اسی طرح فقہ کا بھی ایک اصول ہے

لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان (۵)

سابقہ اجماع یا فتاویٰ میں ردوبدل

لفظ ''شرعی'' کی تعریف (Definition) بھی محل نظر ہے۔ عصر حاضر میں لفظ ''شرعی'' کے لغوی معنی کی بہ جائے اصطلاحی خودساختہ معنی لیے گئے، عموماً اس لفظ کا مطلب جائز لیا گیا

۱۔ خطیب الترمذی محمد بن عبداللہ۔ مشکوۃ المصابیح۔ المکتب الاسلامی دمشق، ۱۹۶۱، باب مناقب الصحابہ: ج ۳، ص ۲۱۹

۲۔ مسلم، مسلم بن حجاج القشیری۔ الصحیح المسلم۔ اختصار، امام حافظ کی الدین، دارلاندلس، لاہور، اشاعت اول اکتوبر، ۲۰۰۴ء، باب ذکر بنی قریظہ: حدیث نمبر، ص ۶۴۶

۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ امام۔ جامع الترمذی۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان، باب لزوم الجماعۃ: حدیث نمبر ۲۱۶۷

۴۔ ترمذی، باب الاحکام: حدیث نمبر ۱۳۲۷، ص ۶۰۵

۵۔ صبحی محمصانی، ڈاکٹر۔ ترجمہ مولوی محمد احمد رضوی۔ فلسفہ شریعت اسلام۔ مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع دہم نومبر ۱۹۹۹ء: ص ۲۱۲

ہے، حال آں کہ شرعی کا مطلب ہے کہ ہر چیز شریعت میں کس درجے کی ہے، حلال ہے یا حرام ہے۔

شرع اللہ لنا کذا شرعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرع سے یہ ظاہر اور واضح کیا المشروع، جسے شرع جائز قرار دے۔(۱)

نیز لغت کے اعتبار سے یہ معنی ہیں، عربی نیزوں کو سیدھا کرنا۔ الشرع: **شرعک ما بلغک المحل،** تمہیں اتنا زادِ راہ کافی ہے جو تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دے۔(۲) مراد آسان پر قناعت کرنی چاہیے۔

آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ قبل از بعثت کو بہ طور شرعی ماخذ کے قبول کرنے میں فقہائے کرام کے ہاں باضابطہ کوئی بحث نہیں ملتی، البتہ اصول فقہ کی کتب میں اس سے متعلق ضمنی طور پر درج ذیل تین عنوانات میں اشارے موجود ہیں:

۱۔ حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی

۲۔ شرع من قبلنا سے استدلال کی شرعی حیثیت

۳۔ عصمت انبیا قبل از بعثت۔(۳)

دورِ جدید میں چیدہ چیدہ اہل علم نے ''قبل از بعثت سیرت مبارکہ کی شرعی حیثیت'' کو اپنا موضوع تحقیق بنایا ہے، مثلاً الاسنوسی ابو محمد ابراہیم (پولیٹکل ایڈیٹر مصر و ڈائریکٹر جنرل آف کلچرل پروگرام مصر) پروفیسر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی (سابقہ چیئرمین شعبہ اسلامیات، علی گڑھ یونی ورسٹی: انڈیا)

عصری دور میں بہت سارے لاینحل مسائل نے قبل از بعثت سیرت مبارکہ سے رہ نمائی لینے پر مجبور کر دیا ہے، مثلاً ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مختلف قوموں کا حقوق

۱۔ ابوعصمت اسماعیل۔ المنجد۔ مکتبہ دانیال، لاہور: ص ۵۳۵

۲۔ ایضاً

۳۔ پروفیسر عثمان احمد۔ حلف الفضول اور قبل از نبوت واقعات سیرت سے حکم شرعی پر استدلال کی حیثیت۔ مشمولہ القلم: ج ۱۶، شمارہ ۲، دسمبر ۲۰۱۱ء، لاہور شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

پر نزاع، یہ مسئلہ حجرِ اسود کی تنصیب کو سامنے رکھ کر حل کیا جا سکتا ہے، نیز ہمارے قدیم فقہا نے ایک غیر محرم عورت سے تجارتی تعلقات و زوجین کے مشترکہ کاروبار جیسے مسائل پر خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت سیرت سے شرعی استنباط کیا ہے اور بہت سے احکام مرتب کیے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے پہلے تجارتی ارتباط قائم ہوا، اس تجارت نبوی کے واقعے سے متعدد مسائل و امور اور احکام کا استنباط کیا گیا، جو خالص تشریعی معاملہ ہے۔ سب سے پہلے ایک عورت کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کا جواز، دوسرے بعض تجار بھی حضرت خدیجہؓ کے کار پرداز تھے، دوسرے تجارت میں مضاربت کا اصول و قاعدہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے شرکائے تجارت نے اس کو وجود بخشا تھا، تیسرے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میاں بیوی (زوجین) کا مشترکہ کاروبار کا معاملہ۔ (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت سیرت منورہ کی دینی حیثیت پر جواز یا عدم جواز پر بحث پانچ بنیادی ماخذ کی روشنی میں ہو سکتی ہے۔ یہ ماخذ حسب ذیل ہیں:

۱۔ قرآن حکیم

۲۔ حدیث مبارکہ

۳۔ سیرت

۴۔ فقہ

۵۔ ادراک سیرت

اس ضمن میں ایک اصولی بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کی تکمیل مختلف ذرائع سے کی۔

۱۔ کلام و امر الٰہی (وحی خفی و وحی جہری) حدیث قدسی وغیرہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ (۲)

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی۔ قبل بعثت اعمال و سنن نبوی کی دینی حیثیت۔ مشمولہ معارف: ج ۶، ش ۱۸۳، جون ۲۰۰۹ء

۲۔ حنبل، احمد بن حنبل امام۔ مسند احمد۔ مطبوعہ مکتبہ اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ء: ج ۵، ص ۸۵۲، حدیث نمبر ۱۷۳۰۶

مجھے قرآن عطا ہوا، اور اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔
۲۔ادراک یا فہم و ذکا۔نبوت کے چار فرائض میں ایک فرض حکمت بھی ہے:
یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ (۱)
۳۔عرب کا نظام یا رسم و رواج جو فطرتاً صحیح تھے۔
۴۔شرائع مناقبلہ
۵۔مختلف عجمی اقوام کے اچھے عوامل کو شریعت کا درجہ دینا، مثلاً غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھدوانا وغیرہ۔(۲)

یہ پانچ عناصر تکمیل شریعت کے بنیادی ستون بھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بہترین عکس بھی ہیں۔

ا۔قرآن مجید کی روشنی میں قبل از بعثت سیرت منزہ کی شرعی حیثیت

منکرین نے جب کلام اللہ پر اعتراض کیا:
قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ہٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡہُ ؕ قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَہٗ مِنۡ تِلۡقَآیِٔ نَفۡسِیۡ ۚ (۳)
انہوں نے کہا کہ اس کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اسے بدل دو۔آپ کہہ دیجیے کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس کو بدل دوں۔
تو حکم ربی ہوا:
قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوۡتُہٗ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ بِہٖ ۫ۖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ (۴)
آپ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ اللہ

۱۔آل عمران: ۱۶۴

۲۔محمد طاہر، القادری، ڈاکٹر۔سیرۃ الرسول۔منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، اشاعت ششم، ۲۰۰۳ء: ج۸،ص ۴۷۸

۳۔یونس: ۱۵

۴۔یونس: ۱۶

تمہیں اس کی خبر کرتا۔ میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

قرآن کی یہ آیت بتا رہی ہے نزول وحی ایک غیبی عمل تھا، یعنی جبرائیل کو کفار ظاہری آنکھ سے نہ دیکھ سکتے تھے، نہ کلام کو سن سکتے تھے، اب اس کے لیے ایک ظاہری اور حسّی شہادت کی ضرورت تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چالیس سالہ حیات معصوم کو پیش کر دیں، اس دلیل پر کفار مبہوت ہو کر رہ گئے، جتنا بڑا دعویٰ ہوتا ہے، دلیل بھی اسی معیار کی دی جاتی ہے، شریعت کے پہلے ماخذ کی دلیل بھی ایسی ہونی چاہیے تھی جو کلام اللہ کے سچا ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رکھے، اس دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی۔ قبل از بعثت سیرت مبارکہ اگر چہ پہلے شرعی وجوب نہ رکھتی تھی، لیکن اب قرآن نے ۴۰ سالہ حیات کی مہر ثبت کر دی کہ ایک سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہے جو میرے سچا ہونے کی دلیل ہے، اس وجہ سے خود بہ خود قبل از بعثت سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرعی وجوب کی حامل بن گئی۔

علامہ زرکشی نے آیت **رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ** (۱) کے تحت قبل از بعثت سیرت پاک کے شرعی وجوب نہ ہونے پر ایک جواز پیش کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

فلو كان له الحجة عليهم قبل البعثة لما قال انما ابعث الرسل لاقطع بها حجة (۲)

اگر قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت حجت شریعہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی ارشاد نہ فرماتا میں انبیائے کرام کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ ان کی وجہ سے لوگوں پر حجت تمام کروں۔

علامہ زرکشی کے موقف کا جواب یہ ہے یہ حجت بہ معنی شرعی دلیل نہیں، بل کہ کفار کے عذر

۱۔ النساء: ۱۶۵

۲۔ الزرکشی، بدرالدین۔ تحقیق محمد محمد تامر۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ۔ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ: ج۱، ص ۱۱۴

یا اعتراض کو اللہ عزوجل رد کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پاس کوئی رسول یا ہادی نہیں آیا جیسا کہ جہنم کے داروغے کہیں گے:

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ (۱)

کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

تو کفار جواب دیں گے:

قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَکَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ (۲)

وہ کہیں گے کہ ہاں واقعی! ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔

یہاں حجت سے مراد عذر ہے نہ کہ شرعی جواز اس کے ساتھ انبیا نے جو تبلیغ کی ہے اس میں دعویٰ توحید امور غیبیہ اور ہدایت کو بہ طور حجت کہا گیا ہے۔ اس میں انبیا کی سیرت کا کہیں ذکر نہیں، حال آں کہ قرآن نے تو سیرت کو بہ طور حجت پیش کیا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا (۳)

میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔

ایک اور قرآنی دلیل سے قبل از بعثت سیرت مبارکہ کی شرعی حیثیت کو سمجھیے ارشاد خداوندی ہے:

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں اور بتوں کو چھوڑے رہیں۔

کیا اس بات کا امکان ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے قبل از بعثت ناپاک رہتے تھے؟ حقیقت یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الطیبین والطاہرین ہیں ظاہری و باطنی ہر

۱۔ ملک: ۸

۲۔ ملک: ۹

۳۔ یونس: ۱۶

۴۔ مدثر: ۴، ۵

قسم کی نجاست سے ہر وقت اور ہر حال میں پاک ہیں، اسی طرح بہ تقاضائے طبیعت مقدسہ آپ ﷺ بتوں سے نفرت کرتے تھے، جیسا کہ سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ نازل فرما کر گویا یہ فرمایا کہ اپنے لباس کو پاک رکھنا اور بتوں سے نفرت کرنا جو آپ ﷺ کا طبعی تقاضا ہے، ہم اسی کو حکم شرعی کی حیثیت دے رہے ہیں، اب یہ دونوں کام آپ ﷺ پر فرض کر دیے گئے ہیں۔ (۱)

اس حوالے سے دیکھا جائے تو اب امت پر قبل از بعثت سیرت مبارکہ شرعاً حجت ہو گئی ہے۔ اگر کوئی کہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (۲)

میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

کفار کے الزام کا جواب ہے تو عرض ہے کہ بہت سارے کفار کے اعتراضات کے جواب اُمہ کے لیے راہ نمائی اور شریعت کی تکمیل کا سبب بن گئے، مثلاً:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ (۳)

تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بھٹکے نہ راستہ بھولے۔

اور

مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ (۴)

آپ اپنے رب کی عنایت سے دیوانے نہیں۔

اسی طرح کافروں نے الزام لگایا کہ نبوت ہمیں کیوں نہیں ملتی:

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ

۱۔ کاظمی، سعید احمد سید، علامہ۔ التبیان مع البیان۔ کاظمی پبلیکیشنز، ملتان، ۲۰۰۲ء: ص ۳۱۵

۲۔ یونس: ۱۶

۳۔ النجم: ۲

۴۔ القلم: ۲

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط (۱)

اور جب ان کے پاس کوئی معجزہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں ویسی ہی چیز نہ دی جائے جیسی اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کو دے۔

اس سے امت مسلمہ کے لیے اور عام لوگوں کیلئے یہ عقیدہ واضح ہو گیا کہ نبوت وہبی ہے کسبی نہیں، اس قانون کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اب اعتراض تو کفار کا تھا، رہ نمائی اور عقیدہ ایک مسلمان کے لیے بن رہی ہے اور ختم نبوت ایک شرعی حجت بھی ہے۔

عصر حاضر کے ایک سکالر نے قبل از بعثت سیرۃ مبارکہ کے عدم شرعی حیثیت پر اپنا عندیہ ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا ہے:

عصمت انبیا قبل از نبوت تسلیم کرنے کے باوجود یہ لازم نہیں کہ ان کے افعال کو حجت شریعہ تسلیم کیا جائے، کیوں کہ اعمال و واقعات کے حجت شرعیہ ہونے کا تعلق نبوت سے ہے نہ کہ معصومیت سے، کیوں کہ معصومیت کی ایک نوع تو اطفال و مجانین کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ (۲)

اس دلیل کا جواب درج ذیل ہے:

۱۔ تمام انسان اور انبیا کی معصومیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے، کسی معصوم نے آج تک حالت معصومیت میں دعویٰ نبوت نہیں کیا سوائے عیسیٰؑ کے، ارشاد فرمایا: قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (۳) فرمایا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا۔

۱۔ الانعام: ۱۲۴

۲۔ عثمان احمد، پروفیسر۔ حلف الفضول اور قبل از نبوت واقعات سیرت سے حکم شرعی پر استدلال کی حیثیت۔ مشمولہ القلم: ص ۳۶

۳۔ مریم: ۳۰

۲۔ جب نبی کو اعلان نبوت کی اجازت ملتی ہے تو قوم اس کی نبوت کی دلیل مانگتی ہے اور نبی جو دلیل پیش کرتا ہے اسے معجزہ کہتے ہیں۔ نبی خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نبوت کے جواز میں جو دلیل پیش کی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ تھی۔ اب یہ سیرت قبل از بعثت تھی نہ کہ بعد از بعثت۔ معجزے کی نسبت صرف نبی سے ہے تمام انسان سے نہیں، اگر تمام انسان کوئی خرق عادت چیز ظاہر کرے تو وہ مومن ہونے کی صورت میں کرامت کہلائے گی اور کافر ہونے کی صورت میں استدراج کہلائے گی، لہٰذا قبل از بعثت سیرت مصطفٰے معجزہ ہے۔

۳۔ قرآن حکیم شریعت مطہرہ کا پہلا اور غیر متبدل ذریعہ اصول اور بنیاد ہے، اس کی حقانیت میں جو حسّی دلیل پیش کی گئی، وہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت منزہ تھی، قرآن کریم جو خود شریعت کا منبع ہو اس کی دلیل غیر شرعی ہو یہ ممکن نہیں، سورۃ یونس آیت نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۴۔ بعد از نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس اپنی قبل از بعثت سیرت مبارکہ کو شریعت قرار دیا جیسا کہ **اتزوج النساء**(۱) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از بعثت بھی نکاح فرمایا تھا، اب یہ ہو نہیں سکتا پہلے والا نکاح شرعی اور بعد والے نکاح غیر شرعی ہو جائیں

۵۔ اس سلسلے میں عرض ہے قبل از بعثت سیرت کے ایک عمل کی منسوخی سے ساری سیرت کے اعمال منسوخ نہیں ہو جائیں گے اور نہ ہی شرعی حیثیت پر کوئی فرق پڑے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن میں عمل نسخ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا (۲)

اس امر الٰہی سے نہ تو پورا قرآن منسوخ ہوگا اور نہ ہی اس کی شرعی حیثیت پر کوئی زد پڑے گی۔

کوہ صفا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کے وجود پر جو دلیل قائم کی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت والی سیرت تھی، اس خطاب سے پہلے اللہ پاک نے اہل مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الصحیح۔ دار الاندلس، لاہور، ۲۰۰۴ء: ص ۹۷۹، باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر ۱۸۲۸

۲۔ البقرۃ: ۱۰۶

صادق وامین کہلوایا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی وامانت کی شہادت منکرین نبوت سے دلوائی، وہ اس لیے کہ اللہ نے اپنے وجود کی شہادت دلوانی تھی اور اپنے کلام (فرقان حمید) میں ذرا بھر بھی خیانت نہ کرنے کی شہادت قائم کرنی تھی۔ حیرت ہے کفار نے اس میں خیانت کا مطالبہ کیا:

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ (۱)

یا اسے بدل دو۔

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی ذات باری تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے پر تھی اور کلام اللہ کے انکار پر بہ ضد تھے، یہ دونوں امور وجہ تنازع بنے، ورنہ معاملات پر اور رسم ورواج پر تو کوئی جھگڑا نہ تھا، پھر ہر اچھے پہلو کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتے رہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب یہ دونوں امور کے شرعی وجوب کی دلیل سیرت مصطفی بنائی گئی پھر یہی قبل از بعثت سیرت کیسے غیر شرعی ٹھہری؟ شریعت کے جواز کے لیے شرعی دلیل دی جاتی ہے، اگر کوئی دلیل پہلے غیر شرعی ہو، مگر دلیل دینے کے بعد وہ ایک مستند شرعی جواز کی حامل ہوگئی اسی طرح ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق نے کوہ صفا پر جو دلیل دی، اگر وہ غیر شرعی تھی بھی سہی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلیل دینے پر وہ شرعی ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت سیرت نبوت کی ضرورت تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے، چوں کہ قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ دعویٰ کرنا تھا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲)

البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں، اس کے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس دعوے کے لیے

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (۳)

میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔

کو دلیل بنا دیا۔

۱۔ یونس:۱۵

۲۔ الاحزاب:۲۱

۳۔ یونس:۱۶

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (۱)

اور رسول جو تمہیں دیں، اُس کو لے لو اور جس سے روکیں اُس سے رک جاؤ۔

ایک تو یہ آیت حجیت حدیث کی طرف اشارہ کر رہی ہے، دوسرا رسول ﷺ کی سیرت کی حیثیت و تشریعی اختیارات کی بات کر رہی ہے، آپ ﷺ کو قرآن نے شارع بھی بنایا، مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے، اللہ رب العزت نے نماز کا صرف حکم دیا ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (۲)

اور نماز قائم کرو

لیکن تمام جزئیات نبی ﷺ محتشم نے بتائیں، یہاں تک کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

فرضت علیھم الوضوء (۳)

وضو میں نے فرض کیا ہے۔

قرآن نے آپ ﷺ کو شارح بھی بنایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (۴)

اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا اور تاکہ وہ غور کریں۔

اس کے ساتھ کلام حکیم نے آپ ﷺ کی استثنائی حیثیت کو بیان کیا ہے، آپ ﷺ

۱۔ الحشر: ۷

۲۔ البقرہ: ۴۳

۳۔ مسند احمد: ج ۱، ص ۲۱۳ باب مسند جعفر بن تمام، حدیث نمبر ۱۸۳۵

۴۔ النحل: ۴۴

بغیر مہر کے نکاح کر سکتے ہیں، یہ اجازت صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے لیے ہے، مومنوں کے لیے نہیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ (۱)

یہ صرف آپ کے لیے ہے اور مومنوں کے لیے نہیں۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس عمل کو پسند کرے، وہی شریعت بن جائے اور صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے بعض اوقات قرآن کے ظاہری و عمومی حکم کے برعکس کوئی خصوصی فیصلہ فرما دیں تو وہ بھی شریعت بن جائے گا، مثلاً حضرت حذیفہ کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے:

فجعل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شهادة خزيمه بشهادة رجلين (۲)

اور صحابہ کرامؓ نے تخصیصی عمل کو بھی شرعی جواز میں رکھا ہے۔

عہد رسالت سے لے کر آج تک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم قرآن مجید کے عموم پر مقدم ہے، کیوں کہ سورۃ اعراف:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۳)

جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کی تعظیم اور نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور نصرت اتباع قرآن پر مقدم ہے۔(۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی اختیارات کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے، یہ بھی اِذن

۱۔ الاحزاب:۵۰

۲۔ ابوداؤد، سلیمان بن الشعث، امام۔ سنن ابوداؤد۔ دارلکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ، باب کتاب الاقضیۃ: ج ۳۵۷، حدیث نمبر ۳۶۰۷

۳۔ الاعراف:۱۵۷

۴۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ۔ شرح صحیح مسلم۔ فرید بک سٹال، لاہور، الطبع التاسع ۱۴۲۳ء: ج۱، ص۲۶۱

ربی ہے جیسا کہ آیت: خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (۱) میں حکم ربی بتا رہا ہے کیوں کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حکم کو عموم سے تخصیص میں بدلا جا رہا ہے۔

۲۔حدیث کے تناظر میں قبل از بعثت شریعت مطہرہ کی شرعی حیثیت

قرآن میں قبل اسلام جس شخص نے گناہ کیے اس کے ختم کیے جانے کا ذکر ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (۲)

آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی۔تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔وہ بڑا معاف کرنے والا،نہایت مہربان ہے۔

مگر جس نے حالت کفر یا ایام جاہلیہ میں کوئی نیک عمل کیا، اس کی قبولیت یا بارگاہ خداوندی سے اجر کی امید یا پھر اسلام لانے کے بعد اس کو باقی رکھنے کا حکم قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا، اللہ پاک نے حالت کفر میں کیے جانے والے نیک عمل کو اسلام قبول کرنے کی شرط کے ساتھ باقی رکھنے کی خوش خبری اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے بتائی۔

حدیث پاک میں آتا ہے:

اخبره انه قال لرسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارایت امورا كنت اتحنث بها فی الجاهلية هل لی فيها من شیء فقال له رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اسلمت علی ما اسلفت من خير و التحنث: التعبد (۳)

حضرت حکیمؓ بن حزام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے یہ بتائیے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے ہیں آیا مجھے ان

۱۔الاحزاب:۵۰

۲۔الزمر:۵۳

۳۔مسلم،ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری۔صحیح مسلم۔فرید بک سٹال،لاہور، ۱۴۲۳ھ:ج۱،ص ۵۸۴،باب حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ،حدیث نمبر ۲۳۱

نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے (زمانہ کفر میں) جو نیکیاں کی تھیں ان کو محفوظ رکھا ہے۔

یہی حدیث کچھ الفاظ کے اضافے کے ساتھ بھی بیان کی گئی ہے، جب آپ ﷺ نے فرمایا:

اسلمت علی ما اسلفت لک من الخیر فقلت فو اللّٰہ لا ادع شیئا صنعته فی الجاهلیة الا فعلت فی الاسلام مثله (۱)

جو زمانہ کفر کی نیکیاں تھیں وہ محفوظ ہیں۔ تو حضرت حکیمؓ بن حزام نے کہا بہ خدا! میں ان نیک کاموں کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا رہوں گا۔

ایک صحابیؓ کا قبل از اسلام کی نیکیوں کی اہمیت سن کر دوام کا عہد کرنا اس عمل کی فضیلت و حقیقت بتا رہا ہے تو آپ ﷺ کا قبل بعثت عمل خیر تو بہ درجہ افضل ہے۔ یہ حدیث مبارکہ آپ ﷺ کے تشریعی اختیارات کو بھی واضح کر رہی ہے اور جو رسول ﷺ دے دے وہ لے لو کا عملی تصور بھی دے رہی ہے اور اہم بات یہ کہ اسلام کی قبولیت حکیم بن حزام کی قبل ایمان کی سیرت کے اچھے عمل کو بقا بخش رہی ہے اور بارگاہ رب کریم سے اجر کا مستحق بھی بنا رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی قبل بعثت حیاتِ منورہ کا کوئی بھی عمل خیر سے خالی نہیں ہے، اُمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول یا نبی ابتدا ہی سے ایمان سے منور ہوتا ہے، دوسرا بعثت تک و بعد معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، تیسرا رسول ﷺ کی ہر نیکی قبولیت کے درجے پر فائز ہے، قرآن میں بعض انبیا کا ذکر خیر کیا گیا ہے جن کو جب اعلانِ نبوت کا حکم ہوا، اس کے فوراً بعد فرمایا:

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۲)

بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ قبل از بعثت تمام انبیا علیہم السلام نہ صرف صالحین تھے، بل کہ

۱۔ صحیح مسلم: ج۱، ص ۵۸۴، باب حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ، حدیث نمبر ۲۳۳

۲۔ الصّٰفّٰت: ۸۰

محسنین بھی تھے۔ محسنین کا درجہ صالحین سے افضل ہے۔ محسنین کی تعریف میں قرآن کی یہ آیت ہی کافی ہے:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۱)

جو فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

جہاں تک نیکیوں کی قبولیت یا اجر ملنے کی بات ہے تو اجر اس وقت ملے گا جب بارگاہ الٰہ میں شرف قبولیت ملے گی۔ صحابیؓ کا عمل دیکھیں، حالت کفر میں کی گئی نیکی کا ممکن ہے رضائے الٰہی مقصود نہ ہو، جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت بھی اذنِ الٰہی کے تحت زندگی بسر کرتا ہے۔ اب اگر کسی عام شخص کی زندگی کے اچھے عمل دوام پا سکتے ہیں اور مشعل راہ بن سکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل بعثت پاک سیرت کیوں نہیں مشعل راہ بن سکتی ہے، یاد رکھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل امت کے لیے حجت ہوتا ہے، تا وقت یہ کہ اللہ یا اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو منسوخ نہ کر دے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیمؓ بن حزام کے اچھے عمل کی داد تحسین دیتے ہوئے شرف قبولیت کی نوید سنا رہے ہیں اور ''حضرت حکیم بن حزامؓ نے ایام جاہلیہ والے عمل (سو غلام آزاد کرنا اور سو اونٹ فی سبیل اللہ صدقہ کرنا) کو اسلام لانے کے بعد دوبارہ کیا'' (۲)

دیکھا یہ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا ایسا عمل ہے جو قبل بعثت تو خیر تھا، بعد بعثت وہ خیر نہ بنا۔ جب قبلِ بعثت سیرت رسالت کی دلیل بن رہی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے قبل بعثت حیاتی مبارکہ شرعی حیثیت نہ رکھے؟ کون سی ایسی شریعت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل بعثت حیاتی پاکیزہ کو غیر شرعی ٹھہرائے شریعت بنانے والے تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں محض اللہ کا حکم شریعت

۱۔ آل عمران: ۱۳۴

۲۔ شرح صحیح مسلم: ج ۱، ص ۵۸۵

نہیں ہوتا، قانون قدرت ہے: أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۱) اگر صرف اللہ کے حکم کو شریعت مانا تو پھر اس آیت کی نفی کرنی پڑے گی۔ نماز کا حکم اللہ کا ہے مگر نماز کی عملی صورت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے، اللہ نماز پڑھنے سے پاک ہے، وہ خود لائق عبادت ہے، وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کی تکمیل ایسی کی کہ اب تا قیامت کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں رہے گی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدہ لو بدألکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی ضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی (۲)

قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر تم موسیٰ کی اتباع کرو، اور میری اتباع ترک کردو تو تم گم راہ قرار پاؤ گے، اور اگر موسیٰ بھی میرے دور میں زندہ ہوں تو میری اتباع یعنی میری لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں گے۔

اس پوری بحث کا مقصد یہ ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے صحابیؓ کا سابقہ خیر کا عمل امت کے لیے شریعت بن رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل قبل بعثت صحابیؓ کے قبل اسلام خیر والے عمل سے بہ درجہ اولیٰ برتر اور بہتر ہے تو پھر یہ شریعت کیسے نہیں بن سکتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنایا ہوا یہ قانون ہر غیر مسلم کی سابقہ زندگی کے اچھے عمل کو تقویت دے رہا ہے بہ شرطے کہ وہ غیر مسلم اسلام کی دہلیز پر ماتھا ٹیک لے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم عموم ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صواب دیدی اختیارات کو بہ روئے کار لاتے ہوئے صفتِ رحمۃ اللعالمین کا عکس پیش کیا۔ اس پر تو کئی دلائل مل جائیں گے کہ قبل از بعثت سیرت شرعی حیثیت رکھتی ہے، لیکن ایک دلیل بھی قرآن وحدیث وقول صحابی سے نہیں ملے گی، جس میں یہ الفاظ واضح طور پر مل جائیں کہ قبل از بعثت سیرت کی شرعا کوئی حیثیت نہیں۔ جن اہل علم نے عدم شرعی جواز پیش کیا ہے وہ صرف ان کا قیاس ہے، جس پر اُمہ کا اجماع بھی ثابت نہیں ہے۔ زبان نبوت نے قبل از اسلام صحابی کے عمل کو شریعت بنا دیا اور اسی زبانِ رسالت میں ہر خیر کے عمل کو شریعت کا درجہ دے دیا۔

۱۔ النساء: ۵۹

۲۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، امام۔ مسند دارمی۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، انڈیا

اب آپ ﷺ کا ہر عمل خیر پر مبنی تھا جو بعد از بعثت خود بہ خود شریعت بن گیا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

رسالت سے قبل احوال و اعمال اور سنن و احادیث نبوی کی آئینی حیثیت اور دینی منزلت اس طبقے کے علما نے اس صورت میں قبول کی ہے، جب ان کا بیان زبان رسالت مآب ﷺ سے نبوت و بعثت کے بعد کیا گیا ہو، کیوں کہ اس صورت میں اس کو عصمت نبوی کا تحفظ اور شریعت اسلامی کا استناد حاصل ہو جاتا ہے، یہ دلیل بڑی قوی ہے۔ (۱)

حدیث پاک کی رو سے ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بکریاں چرائیں، تاریخی حقائق کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مقدس ہے:

وھل من نبی الا و قلد رعھا (۲)

ہر نبی ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نبوت کا اعلان ہر نبی نے تقریباً ۴۰ سال بعد کیا، اکثر انبیا نے فرائض نبوت کے ملنے کے بعد بکریاں نہیں چرائیں۔ تاریخی حوالے شاہد ہیں کہ بکریاں آپ ﷺ نے صرف قبل از بعثت چرائیں، بعد بعثت یہ عمل ثابت نہیں، لیکن حیرت انگیز پہلو یہ ہے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ بکریاں چرانا سنتِ رسول ہے۔ مزید ایک حدیث پاک سے ایک اور دلیل ملتی ہے:

اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی (۳)

آپ ﷺ کا پہلا نکاح تو قبل از بعثت ہوا، جب پہلے نکاح سے ہی سنت بن گیا اور یہ سنت شرعی جواز پر استدلال کرتی ہے تو باقی قبل بعثت سیرت دینی حیثیت کیسے نہیں رکھتی؟

اگر کوئی یہ کہے کہ نکاح تو آپ ﷺ نے بعد بعثت بھی کیے۔ اس لیے وہ سنت کا درجہ

۱۔ معارف جون، ۲۰۰۹ء، ش ۱۸۳: ج ۶، ص ۴۰۷

۲۔ بخاری: ص ۸۲۰، کتاب الاطمعۃ، حدیث نمبر ۳۳۱۴

۳۔ بخاری: ص ۹۷۹، باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر ۱۸۲۸

رکھتے ہیں، اس سوال کی روشنی میں دیکھا جائے تو پہلے نکاح کی حیثیت کیا رہے گی؟ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو تجدید نکاح کر دی جاتی یا پھر سرے سے نکاح ہی ختم کر دیا جاتا۔ الحمد للہ دونوں صورتیں نہ قرآن وحدیث سے اور نہ ہی سیرت کی کتابوں سے ملتی ہیں، ثابت ہوا کہ پہلا نکاح بھی اتزوج النساء (۱) میں شامل ہے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

نبی مبعوث کی قوم میں اگر کوئی صحیح سنت باقی ہوتی ہے تو اس کو بدلنے یا تبدیل کرنے کے کوئی معنی نہیں، بل کہ واجب یہ ہوجاتا ہے کہ اس کو برقرار رکھا جائے۔ (۲)

زبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر نبی کی اقتدا کو بھی شریعت بنا دیا، جیسے صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (۳)

یہاں تک ایک عام امتی جو ذہانت اور علم وتقویٰ کی بنا پر مجدد کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، ہر صدی کے کنارے ایک مجدد پیدا ہوگا، وہ دین کی تجدید کرے گا:

ان اللہ یبعث لھذہ الأمۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (۴)

زبان حق جب غیر نبی کو شرعی حجت میں شامل کر رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات تو بہ درجہ اولیٰ شرعی مقام کے قابل ہے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شارع بھی ہیں اور یہ حکم شرعی اختیار کو ثبت بھی کر رہا ہے۔

نماز روزہ اگر چہ پہلے ہی عرب میں رائج تھے، وہ لوگ شرک کے باوجود ان پر عمل کرتے تھے، مگر ان کی باقاعدہ فرضیت قائم کرنے کے لیے اللہ نے احکام نازل فرمائے۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محترم نے اپنی چالیس سالہ زندگی جو عین فطرت پر مبنی تھی، کو شرعی حیثیت عطا

۱۔ بخاری، ص ۹۷۹: باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر ۱۸۲۸

۲۔ محمد یاسین مظہر صدیقی۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا۔ نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء: ص ۱۴

۳۔ مشکوۃ المصابیح۔ المکتب الاسلامی دمشق، ۱۹۶۱، باب مناقب الصحابہ: ج ۳، ص ۲۱۹

۴۔ ابوداؤد۔ کتاب الملاحم: حدیث نمبر ۴۲۹۱

فرمادی اور بعض صحابہ کے نیک اعمال کو باقی رکھا۔ مثلاً حضرت عمرؓ کا حالت جاہلیت میں نذر مانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو نذر پوری کرنے کا حکم فرمانا:

فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی نذرت فی الجاھلیة ان اعتکف یوماً فی المسجد الحرام فکیف تری؟ قال اذھب فاعتکف یوماً (۱)

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (۲)

اب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نص قطعی سے ثابت ہوگئی، جہاں تک صحابیؓ کے عمل یا مجدد کے اجتہاد کی شرعی حیثیت ہے تو اس پر امت کو اختیار ہے۔ اگر ایک آیت یا حدیث پر صحابہ کرامؓ و مجتہد کا عمل مختلف ہے تو وہ جس کو چاہے قبول کرلے۔

۳۔ رسم و رواج کو شریعت بنانا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سارے معاملات و دیگر رسم و رواج کو اپنا کر شرعی وجوب عطا کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے کی ہر طور پر اصلاح فرمائی سابقہ شریعتوں کی باقیات (خیر والے عمل) کی حوصلہ افزائی فرما کر ان کو سنت کا درجہ دے دیا، جیسے دسویں محرم کا روزہ اور دیگر امور وغیرہ، یہی معاملہ عرب کے جاری اچھے قوانین کو بھی اسلامی قانون کا درجہ دے دیا جیسے قسامت وغیرہ، اسی طرح عرب کے اچھے رسم و رواج کو بھی شرف قبولیت بخشتے ہوئے اپنی سنتِ مطہرہ سے نسبت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدت پسندی کا مظاہرہ نہیں فرمایا، بل کہ عرب معاشرے کا جو عمل نسل انسان کے لیے بھلائی کا سبب بن سکتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے من و عن قبول فرمایا: اَیّام جاہلیہ تشریعی مادہ ہیں۔ (۳)

۱۔ شرح صحیح مسلم: ج ۴، ص ۵۹۵، باب نذر الکافر و ما یفعل فیہ اذا اسلم، حدیث نمبر ۴۱۷۹

۲۔ النساء: ۸۰

۳۔ ساجد الرحمٰن، صاحب زادے۔ اسلامی معاشرے کی تاسیس و تشکیل۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد: ص ۴۴

چند قوانین اور رسم ورواج کو آپ ﷺ نے باقی رکھا اور وہ دین بن گئے۔

قرآن میں دیت کا ذکر ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ (۱)

مگر مقدار کا ذکر نہیں، مقدار آپ ﷺ نے مقرر کی اور یہ مقدار دین ابراہیمی کا حصہ نہیں تھی۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ قتل میں عامۃ الناس کی دیت ایک سو اونٹ مقرر تھی، لیکن بادشاہ اس عام قانون سے مستثنیٰ تھے، ان کی دیت کے ایک ہزار اونٹ تھے۔ (۲)

سو اونٹ کی مقدار آپ ﷺ کے دادا جان نے مقرر کی جو حضرت عبداللہ (آپ ﷺ کے والد محترم) کی جان بخشی کے سلسلے میں مقرر ہوئی تھی۔ (۳) آپ ﷺ نے بھی دیت کی مقدار سو اونٹ کو پسند فرمایا، لہٰذا جو چیز پہلے شریعت نہیں تھی، اب وہ اذن خداوندی سے شریعت بن گیا۔ بعینہ اسی طرح قبل بعثت سیرت مقدسہ کا حال ہے کہ پہلے شریعت نہیں تھی، جب رب کائنات نے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا (۴) کہا تو اب یہ پوری کی پوری سیرت شریعت بن گئی اور یہی قانون شریعت کا قانون بن گیا۔ لوگ قبل بعثت کی سیرت کے دینی مقام کے بحث وتمحیص میں پڑے ہوئے ہیں، ادھر کمال قدرت دیکھیں، ابھی ظہور قدسی جلوہ گر نہیں ہوا اور آپ ﷺ کی خاندانی روایت کو رب شریعت بنا رہا ہے، اللہ کی ذات کو آپ ﷺ کتنے مکرم ہیں کہ جہاں جہاں آپ ﷺ کی نسبتیں (جنہیں آپ ﷺ نے خود بھی پسند فرمایا) ہیں، رب بھی ان ہی کو شریعت کا درجہ دے رہا ہے۔ آیت مبارکہ میں

۱۔ البقرہ:۱۷۸

۲۔ اسلامی معاشرے کی تاسیس وتشکیل: ص ۵۳

۳۔ ابن ہشام بن عبدالملک۔ ترجمہ مولوی قطب الدین احمد محمودی۔ سیرت ابن ہشام۔ الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۶ء: ج ۱، ص ۱۷۴

۴۔ یونس:۱۶

لفظ **مَعْرُوف**(۱) قابل توجہ ہے۔ یعنی جو تمہارا مروجہ دستور ہے، اللہ نے کوئی نیا حکم نازل نہیں فرمایا، بل کہ پہلے جو اہل مکہ کا اپنا بنایا ہوا دستور تھا قدرت نے اسے قانون بنا دیا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

> اول دیت کی مقدار دس اونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبد المطلب نے قریش اور تمام عرب میں یہ سنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔(۲)

یہ تمام امور بعد از بعثت شریعت کا حصہ بنے پہلے تو شرعی درجہ نہیں تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ نماز روزے کا حکم آنے سے پہلے بھی صحابہ کرامؓ نمازیں پڑھتے روزہ رکھتے تھے، مگر تا حکم خداوندی وہ فرض کا درجہ نہیں رکھتے تھے یعنی اچھا عمل موجود تھا فرضیت نہیں تھی، جب وحی الٰہی نازل ہوگئی پھر وہ فرض کے درجے پر پہنچ گئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل قبل بعثت موجود تھا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد از بعثت جاہلیہ دور کے تمام اچھے اعمال کو شرعی مقام عنایت فرما دیا، اب وہ امت کے لیے حجت بن گیا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ (قبل بعثت) شریعت بن گئی۔

قبلِ بعثت سیرت ہی بعدِ بعثت سیرت کے نفاذ (implementation) کا سبب ہے۔ اس لیے دلیل توحید و رسالت یا قرآن حکیم کی شہادت ہو تو سبب سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بنی، کیوں کہ اگر نبی کی زندگی میں کوئی جھول ہوتا تو نہ دعویٔ توحید کی دلیل بن سکتی اور نہ ہی امت کے لیے وجوب شریعت بنتا، بالاتفاق ہر نبی یا رسول نے ۴۰ سال بعد ہی اعلان نبوت فرمایا:

ماہرین نفسیات بتاتے ہیں ۴۰ سال کی زندگی ہر عادت کی پختگی کا آخری نقطۂ عروج ہے اور ذہنی صلاحیت کی تکمیل ہے۔(۳) قرآن حکیم بھی ۴۰ سالہ زندگی ہی کو کمال بلوغت کہتا ہے:

۱۔ البقرہ: ۱۸۷

۲۔ محمد بن سعد۔ ترجمہ مولانا عبد اللہ العمادی/ محمد ثناء اللہ سعد۔ طبقات ابن سعد۔ مشتاق بک کارنر، لاہور: ج ۱، ص ۵۴

۳۔ محمد میاں، سید۔ سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۶۸ء: ص ۲۹۲

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (۱)

مقام تدبر ہے شریعت بنانے والا کون ہے؟ اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یا جس کی سیرت کو رسول اللہ شرعی حجت بنا دیں؟ رسول اللہ کا تو یہ مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطا بھی امت کے لیے شریعت بن جائے مثلاً:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ (۲)

اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دی،

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ذات پر شہد کو حرام قرار دینا اور اللہ عز وجل کی شفقت وعنایت نے قسم کے کفارے کا قانون بنا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذات کے لیے تھا، بل کہ پوری امت کے لیے رہ نمائی وباعث رحمت بن گیا۔ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود پاک کو ہر زماں کے لیے رحمۃ للعلمین بنا دیا اور حدیث پاک میں آتا ہے:

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم (۳)

یہاں ایک لطیف نکتہ قابل غور ہے یہ نہیں فرمایا کہ میری بعد از بعثت والی زندگی تمہارے لیے خیر ہے یعنی فرق (Differentiate) نہیں کیا، بل کہ مطلقاً (Absolutely) ساری زندگی کو خیر کا درجہ دے دیا اور خیر ہی کا نام تو شریعت ہے اور اسلام کو بھی دین خیر الدین النصیحۃ (۴) کا نام دیا ہے۔

۴۔ ماقبل شریعت بہ طور ماخذ شریعت

اُمہ نے ماقبل شریعت کو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماخذ شمار کیا ہے اور یہ دلیل بن رہی ہے قبل بعثت سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ طور ماخذ شریعت کے۔ شریعت ماقبلہ کی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں حسب ذیل ہے۔

۱۔ الاحقاف: ۱۵

۲۔ التحریم: ۱

۳۔ البزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق۔ مسند بزار۔ مکتبہ العلوم والحکم المدینہ المنورہ ۲۰۰۹ء: حدیث نمبر ۱۹۲۵

۴۔ بخاری: ص ۱۱۱، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدین النصیحۃ، حدیث نمبر ۵۲

قرآن حکیم و حدیث مبارکہ نے ماقبل شریعت کی مختلف حیثیتوں کو بیان کیا ہے:

۱۔ ماقبل شریعت کے کچھ معاملات کو منسوخ کیا ہے۔ تبدیلی قبلہ: **مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ** (۱)

۲۔ کچھ کو باقی رکھا۔ جیسے قانون قصاص و دیت:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (۲)

اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر یہ بات فرض کردی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم۔

قرآن نے مذکورہ بالا بیان کردہ حیثیتوں کے ساتھ ماقبل شریعت سے راہ نمائی لینے کی بھی تلقین کی ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۳)

کیوں کہ سب انبیا کا بنیادی عقائد کے اعتبار سے دین ایک ہی تھا۔

حدیث پاک میں بھی اس بات کی عکاسی ہوتی ہے:

الانبیاء اولاد علات امھاتھم مثنی و دینھم واحد (۴)

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا خاص طور پر حکم دیا ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (۵)

۱۔ البقرہ: ۱۴۴

۲۔ المائدہ: ۴۵

۳۔ الانعام: ۹۰

۴۔ بخاری: ص ۴۷۷۔ باب واذکر فی الکتاب مریم: حدیث نمبر ۱۴۳۸

۵۔ النحل: ۱۲۳

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ابراہیم کے طریقے کی پیروی کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ سے یہ عمل ثابت ہے جیسا کہ اگر کسی بات کے متعلق بہ راہ راست وحی نہ آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے طور طریقوں پر عمل کرنا پسند کرتے تھے۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت سیرت مقدسہ کے ضمن میں ماقبل شریعت (جو کہ فقہ اسلامی کا آٹھواں ماخذ قرار دیا جاتا ہے) کو دلیل کے حوالے سے اس لیے پیش کیا ہے کہ اگر آج بھی بعض امور کی راہ نمائی کے سلسلے میں ماقبل شریعت کا سہارا لیا جا سکتا ہے تو قبل بعثت پاک و صاف سیرت راہ نمائی کا درجہ کیوں نہیں رکھ سکتی، نیز فقہائے کرام نے جہاں قرآن وحدیث سے راہ نمائی نہیں ملی، وہاں شرائع من قبلہ کو دلیل بنایا ہے یا مسئلہ اخذ کیا ہے تو کیا سیرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبل بعثت) سے راہ نمائی نہیں لی جا سکتی؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل بعثت زندگی کو رسالت کی دلیل بنائی گئی ہے۔ ماقبل شریعت کی اہمیت کو اہل علم نے یہاں تک بیان کیا ہے:

ماقبل کی شریعتوں سے استفادہ رسول اللہ کے زمانہ میں ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قانونی حیثیت تسلیم فرمائی تھی، اس لیے اس کی حیثیت سنت قرار پائے گی اور یہ ماخذ سنت ہی میں داخل سمجھا جائے گا۔(۲)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ماقبل شریعت کی پیروی بھی از روئے قرآن ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از بعثت کی شرعی حیثیت بھی قرآن ہی پیش کر رہا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۶ (۳)

غور وفکر کا مقام ہے کہ ایام جاہلیہ کے خیر کے پہلوؤں پر کس ہستی کا خیر الانام سے عمل بڑھ کر تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس سال کئی صدیقوں اور امینوں سے بہتر تھے اور خیر کے عمل کی چاہت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلف الفضول کے بارے میں پرزور تمنا کہ

۱۔ محمد تقی، امینی، مولانا۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر۔ قدیم کتب خانہ، کراچی، ستمبر ۱۹۹۱ء: ص ۲۱۰، ۲۱۱

۲۔ ایضاً: ص ۲۱۱

۳۔ یونس: ۱۶

مااحب ان انکثہ وان لی حمر النعم (۱)

ایام جاہلیہ کے اس اچھے عمل کی بقا کی ضمانت دے رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الزماں ہوتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں:

لو دعیت بہ فی الاسلام لاجبت (۲)

یعنی ایام جاہلیہ کے اس اچھے پہلو کی انتہادرجہ حوصلہ افزائی فرمائی اور بہ طور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ معاہدہ قبول فرمارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قبول فرمانا شرعی معیار بن گیا اور

حیاتی خیر لکم (۳)

میں کیا شبہ باقی رہ گیا کہ وہ شرعی مقام کے امر میں مانع ہے۔ حلف الفضول دراصل عصر نو کے لوگوں کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ جہاں ظلم مٹانے اور انسانیت کی بھلائی کا معاہدہ ہوگا، سب سے پہلے اس کا حمایتی اسلام ہوگا۔ حلف الفضول موجودہ دور کے ہر انسان پر ہونے والے ظلم کے خلاف قوم کے مقتدرہ لوگوں کا اکٹھا ہونا واجب ہے، ورنہ معاشرہ بدامنی اور بربریت کا شکار ہوجائے گا۔ مثلاً حدیث پاک ہے:

الف اخاک ظالما او مظلوماً (۴)

اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

ان ارشادات کے ہوتے ہوئے حلف الفضول کی شرعی حیثیت پر بات کرنا چہ معنی؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ایک تو قبل بعثت سیرت مطہرہ اجاگر ہورہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے تو دوسری طرف بعد از بعثت زبان نبوت کا حلف الفضول کی تعریف فرمانا ہر قوم کے خیر کے پہلو کو تاقیامت شرعی حجت عطا کردی، قرآن وحدیث کی بات

۱۔ بیہقی ابوبکر احمد بن الحسین بن علی۔ السنن الکبریٰ۔ مجلس دائرہ المعارف انتظامیہ حیدرآباد انڈیا طبع اوّل ۱۳۴۴: ج۶، ص ۳۶۷

۲۔ ابن کثیر، عمادالدین اسماعیل، حافظ۔ البدایۃ والنھایۃ۔ دارالحیاء التراث العربی، بیروت: ج ۲، ص ۳۵۵

۳۔ مسند بزار: حدیث نمبر ۱۹۲۵

۴۔ صحیح مسلم: ج۷، ص ۱۶۱، باب نصر الاخ ظالما او مظلوما، حدیث نمبر ۶۴۵۸

بے شک برتر رہے گی، مگر غیر مسلم قوموں کی فطری اچھائیوں کی تعریف کرنا انہیں اسلام کے قریب کرسکتا ہے انہیں اسلام کو سمجھنے کا موقع دے سکتا ہے ویسے بھی مومن کے لیے یہی حکم ہے:

الحکمۃ ضالۃ المومن (۱)

قبل بعثت سیرت مقدسہ کے متعلق ایک اور ابہام پیدا ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ قرآن کہتا ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (۲)

نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب جانتے تھے اور نہ ایمان۔

جس ہستی خیر الوریٰ کو قبل بعثت معرفت کتاب (قرآن) اور ایمان کا علم ہی نہیں، اس ذات بابرکات کی سیرت کیسے شرعی حجت رکھ سکتی ہے؟ اس آیت میں ایمان اور کتاب کی بات ہورہی ہے، سیرت مبارکہ کا تو یہاں ذکر ہی نہیں، ہماری بحث صرف سیرت تک محدود ہے۔ ہم تو اس بات کا دعویٰ ہی نہیں کررہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بعثت حامل کتاب تھے، جہاں تک ایمان کا تعلق ہے تو بالاتفاق اہل علم کا عقیدہ ہے کہ یہ تفصیلات ایمان ہے، کیوں کہ کتاب کا ذکر پہلے رکھا اور ایمان کو بعد میں جیسے جیسے کتاب جزو ایمان بتاتی گئی وہ تکمیل ایمان کا حصہ بنتے گئے۔ یہاں ایمان مع جزئیات کا ذکر ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتوں سے سخت نفرت کرنا اور اشعار سے بے رخی برتنا اور خلق کی کسی چیز کے سامنے سجدہ ریز نہ ہونا چہ معنی۔ مانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاشرتی دغیر اخلاقی حرکتوں سے محفوظ تھے، لیکن اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بد عقیدگی سے بھی مکمل دور تھے، صرف ظاہری طہارت ہی اکمل نہ تھی، بل کہ باطنی طہارت سے بھی مالا مال تھے، کیوں کہ اسی باطنی طہارت نے کلام الٰہی کا بوجھ اٹھانا تھا، اس لیے باطن میں ذرا سی بھی کج روی نہیں رکھی گئی، کلام اللہ کا بوجھ تو پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتے جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

۱۔ ترمذی: ج ۳، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر ۵۸۵

۲۔ الشوریٰ: ۵۲

خَشْیَۃِ اللّٰہِ (۱)
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کی ہیبت سے پھٹ پڑتا۔

پہلی وحی کے موقع کسی ضعیف سے ضعیف تر روایت میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ حرا پہاڑ کو ادنیٰ سی جنبش ہوئی، یہاں دل حبیب کبریا کی باطنی طہارت اوج کمال پر تھی اور کلام کبریا کا بوجھ برداشت کر گئی، اس لیے کوہِ حرا بھی عافیت میں رہا۔ سن بلوغت سے نزول وحی تک سیرت مقدسہ کو پاکیزگی کے اعلیٰ وارفع مقام سے گزارا جاتا رہا، یہاں تک کہ جب سیرت مطہرہ اس مقام کے ارفع تک پہنچی تو نزول وحی ہو گیا:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انزل علی رسول اللہ وھو ابن اربعین (۲)

جو سیرت ۴۰ سال تک تطہیر کے لمحات میں بسر کرتی رہے، کیا اب وہ غیر شرعی ہو گی؟ طہارت سیرت نے منزہ و مصفیٰ کلام الٰہی کا وزن برداشت کر لیا اور قرآن شرعی حجت بن گیا اور جو سیرت سبب نزول وحی تھی وہ کیسے غیر شرعی ہو گی؟ واللہ واعلم بالصواب۔

سوال ہو سکتا ہے کہ سیرت بھی تو ایمان کا حصہ ہے، بلاشبہ سیرت ایمان کا حصہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل بعثت سیرت کو جتنے ایمان کی ضرورت تھی وہ تو قدرت نے ودیعت کر دیا تھا اور کتاب کے ذریعے جو ایمان کی تفصیلات منکشف ہوتی گئیں۔ ''وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود نہیں جانتے تھے اور یہ از خود نہ جاننا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا معجزہ بنا دیا گیا۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان امیت کی طرف اشارہ ہے، تاکہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے قرآن کی آیات اور ایمان کی تفصیلات سن کر یہ بدگمانی نہ پھیلائیں کہ یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصطفیٰ نے ذاتی علم اور تفکر سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے کچھ نازل نہیں فرمایا (معاذ اللہ) سو یہ از خود نہ جاننا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

۱۔ الحشر: ۲۱

۲۔ بخاری: ص ۸۲۲، باب ایام الجاھلیہ، حدیث نمبر ۱۵۸۰

عظیم معجزہ بنادیا گیا"۔(۱)

نیز اس آیت میں لفظ "تدری" استعمال ہوا ہے، "علم" کا لفظ استعمال نہیں ہوا اور لفظ "تدری" کا معنی لغت کے مطابق درائیت:

الدراية المعرفة المدركة بضرب من الختل (۲)

اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی قسم کے حیلے یا تدبیر سے حاصل کی جائے۔
یعنی از خود جاننا یا بالواسطہ کسی چیز کا علم ہونا، اپنے حواس خمسہ سے کسی چیز کا جاننا اور علم:

العلم ادراک الشی بحقیقة (۳)

علم، کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا، یعنی کسی کے بتانے سے جاننا یا بغیر واسطے کے جاننا۔

قبل بعثت سیرت کاملہ کے اس مضمون میں قرآن وحدیث و رسم ورواج کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے کہ قبل بعثت سیرت منورہ شرعی مقام کی حامل ہے اور بعض عصر نو میں پیدا ہونے والے مسائل کی راہ نمائی کرنے کی اہلیت سے مزین ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۔ محمد طاہر، ڈاکٹر، القادری۔ عرفان القرآن۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۵: ص ۷۷۶، ۷۷۷

۲۔ راغب اصفہانی علامہ۔ المفردات فی غریب القرآن۔ قدیمی کتب خانہ کراچی: ص ۱۷۵

۳۔ المفردات فی غریب القرآن: ص ۳۴۷